بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

ربیع الاول وہ مبارک مہینہ ہے، جس میں آج سے کوئی سوا چودہ سو سال قبل اس خطہ ارضی کو اس ذات اقدس کی با برکت ولادت سے شرف بخشا گیا جس کی دعوت ربانی جہاں ایک طرف نقطہ کمال تھی ان تمام دعوتوں کی جو ابتدائے آفرینش سے لے کر اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے برگزیدہ بندوں کے ذریعہ مختلف قوموں کو ملتی رہیں، وہاں دوسری طرف یہ دعوت نقطہ آغاز بنی ایک نئے دور کی، جس نے پوری تاریخ کا رخ بدل دیا۔ اس نے تمام انسانیت کو متاثر کیا۔ صدیوں تک اسے متاثر کرتی رہی اور اب بھی ابدالاباد تک اسے متاثر کرنے کی صلاحیتیں رکھتی ہے۔ اس ذات اقدس کی عظمت و جلالت شان اور اس کی دعوت ربانی کی اثر آفرینی اور ہمہ گیریت کا اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہو گا کہ آج تاریخ انسانی کو واضح طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک اس ذات اقدس کی بعثت سے پہلے کا دور اور دوسرا وہ دور جس کی بنیاد اس بعثت پر رکھی گئی اور جس کی تشکیل میں اس کا سب سے بڑا حصہ ہے۔

ظہور اسلام کے وقت دنیا میں بہت سے مذاہب تھے، جن کے ماننے والوں کا عمل دخل بڑے بڑے ملکوں پر تھا۔ ان کی زبردست سلطنتیں قائم تھیں اور ان کی تعداد لاکھوں اور کروڑوں تک پہنچتی تھی۔ ان میں سے بعض مذاہب

کے پاس اپنی الہامی کتابیں تھیں اور ان کے ہاں انبیاء کا سلسلہ دور دراز تک جاتا تھا ۔ رسول اکرم علیہ الصلاۃ و اسلام مبعوث ہوتے ہیں ۔ آپ پر اللہ کا کلام نازل ہوتا ہے ۔ آپ کو اس طرف لوگوں کو بلانے کا حکم دیا جاتا ہے اور آپ اس ارشاد خدا وندی کی تعمیل کرتے ہیں - پہلے ایک ایک دو دو پھر دس دس بیس بیس اور اس کے بعد نسبتاً زیادہ تعداد میں آپ پر لوگ ایمان لاتے ہیں - بے شک اس کے ساتھ ساتھ آپ کی مخالفت بھی ہوئی اور شدید مخالفت ہوئی- اس دعوت کو نا کام بنانے میں مخالفوں نے اپنی طرف سے کوئی کوشش اٹھا نہ رکھی ، لیکن اس مخالفت کے قلعے ایک ایک کر کے ٹوٹتے گئے اور آپ کی زندگی میں ہی سارا جزیرہ عرب اس دعوت کے زیر نگیں آ گیا - آپ کی رحلت پر ایک صدی بھی نہیں گزری تھی کہ اسلام بحیثیت ایک دین کے اس وقت کے تمام مذاہب پر ہر لحاظ سے غالب آجاتا ہے اور اس کے ماننے والے ایک عظیم الشان سلطنت قائم کرتے ہیں ۔ اسلام کا یہ معنوی اور مادی غلبہ تاریخ کا ایک روشن ترین باب ہے ۔

*

دین اسلام اتنی جلدی اور اس قدر وسیع پیمانے پر تمام مذاہب پر کس طرح غالب آیا ؟ اور صدیوں کے قائم شدہ اور راسخ مذہبی نظام اس دعوت کے سامنے کیوں نہ ٹھیر سکے ؟ اس کا سیدھا سادہ اور صاف جواب یہ ہے کہ اس زمانے کے مروجہ مذاہب میں جو خرابیاں پیدا ہو چکی تھیں اور جن کی وجہ سے یہ مذاہب اپنے ماننے والوں کے لئے ایک مصیبت بن چکے تھے ، اسلام در حقیقت ان سب کا تریاق ثابت ہوا- عقیدہ توحید اس کی دعوت کی اساس تھی ، جس کا عملی نتیجہ یہ نکلتا تھا کہ ساری کائنات کا خالق اور پروردگار ایک اللہ ہے - سب انسان بحیثیت انسان کے برابر ہیں - اور سب اپنے خالق اور پروردگار تک پہنچ سکتے ہیں بشرطیکہ وہ اس راستہ پر چلیں جو واقعی اس تک لے جاتا ہے ۔ یعنی اصل چیز یہ راستہ اور اس پر چلنا ہے ایک عمومی اور سب کا مشترک راستہ ۔ اس میں کسی خاص نسل قوم ملک یا فرقے کی تمیز نہیں - اللہ کے نزدیک معزز ترین وہ ہے جو زیادہ متقی ہے ۔

اسلام کی یہی توحید ' انسانی وحدت و مساوات اور صراط مستقیم پر چلنے کی دعوت تھی ، جس کے سامنے کوئی مذھب نہ ٹھہر سکا - چنانچہ جنھوں نے اسے اپنایا اور وہ ملت مسلمہ کے جزو بن گئے - ان کے علاوہ باقی مذاھب کو بھی اس دعوت کے اثرات قبول کرنے پڑے اور ان کے ماننے والوں میں اسلام کے زیر اثر دور رس اصلاحی تحریکیں ابھریں اور اس طرح تاریخ انسانی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود اقدس صحیح معنوں میں '' رحمۃللعالمین'' ثابت ھوا اور آپ کی ھدایت سے سب مستفیض ھوئے -

اسلام کی یہ معنوی برتری تھی جس نے اسے دور اقبال میں سر بلندی بخشی اور اس کی یہی معنوی برتری ھے جو آج بھی اسے دوسرے تمام مذاھب کے مقابلے میں غالب رکھتی ھے -

جرار فوجوں کی مدد سے ملکوں کی تسخیر زیادہ مشکل پر نہیں ھوتی دنیا میں بڑی بڑی فاتح قومیں گزری ھیں لیکن مسلمان اور خاص طور اپنے دور اول میں محض فاتح نہ تھے - وہ جہاں بھی بطور فاتح کے گئے ' فاتح ھونے کے ساتھ ساتھ وہ محکوم قوموں کو نئی زندگی دینے کا باعث بھی بنے اور ان کی وجہ سے وہ محکوم قومیں ادبار کی پستی سے نکل کر نئے سرے سے عروج و اقبال کی شاھراہ پر چلنے کے قابل ھو گئیں - اسلامی فتوحات ان محکوم قوموں کے لئے گویا اصلاح و تطہیر کا ایک مثبت عمل تھا جس نے انھیں ان تمام آلائشوں سے پاک کر دیا جو صدیوں کے زوال نے ان میں پیدا کر دی تھیں -

ابتدائی اسلامی فتوحات کے بعد مفتوحہ ممالک میں جب اسلامی نظام حکومت بروئے کار آیا تو اسے ثبات و استحکام بخشنے میں جو چیز اس وقت سب سے زیادہ مد و معاون ثابت ھوئی وہ اسلامی نظام حکومت کی معدلت گستری کے ساتھ ساتھ اس کی حقیقت پسندی بھی تھی - اس نظام میں صرف یہ نہیں کہ سب کے ساتھ انصاف ھوتا تھا بلکہ اس وقت لوگوں کے جو مسائل حل نہیں ھو رھے تھے اور وہ ان کے لئے واقعتاً عذاب بن گئے تھے ' اسلامی نظام حکومت نے نہیں بڑی کامیابی سے حل کیا - اس طرح غیر مسلم رعایا کو امن و اطمینان

دونوں حاصل ہو گئے اور انہوں نے گو اسلام قبول نہ کیا لیکن وہ اسلامی نظام حکومت کو قبول کرنے میں کسی سے پیچھے نہ رہے -

*

مثال کے طور پر اس وقت جزیرہ عرب کی ہمسایہ دو عظیم سلطنتوں — کسروں کے ایران اور قیصروں کے روم — میں ایک زبردست نزاع چل رہی تھی جس کے نتیجے میں اکثر بے گناہ لوگ بڑی تعداد میں نہایت بے دردی سے مارے جاتے تھے - رومی عیسائی تھے ' ایرانی مجوسی - اور روم اور ایران میں برابر جنگ ہو رہی تھی - اس ضمن میں ایک پیچیدگی یہ پیدا ہو گئی تھی کہ بعض ایرانی صدق دل سے عیسائی ہو رہے تھے اور ان کا عیسائی ہونا ایرانی حکومت کے لئے نا قابل برداشت تھا - چنانچہ ان پر سختیاں کی جاتیں - ان کا قتل عام ہوتا اور عقیدہ بدلنے کی وجہ سے انہیں اپنی حکومت کا غدار گردانا جاتا - یعنی ایک طرف ضمیر کی آواز تھی اور دوسری طرف حکومت وقت کا ڈر - اس کشمکش نے ایران کے ایک باشعور طبقے کو الجھن میں ڈال رکھا تھا کہ وہ ضمیر کی آواز مانے اور اپنی جان خطرے میں ڈالے - یا اپنی جان بچائے اور ضمیر کی مسلسل خلش گوارا کرے -

*

یہ مسئلہ تو صرف ایران تک محدود تھا ' لیکن روم میں ضمیر و عقیدہ اور حکم حاکم کی باہمی کشمکش نے اور بھی نازک صورت اختیار کر لی تھی - گو رومی سارے کے سارے عیسائی تھے اور وہاں غیر عیسائی کا جھگڑا نہ تھا لیکن وہ بھی مختلف عیسائی فرقوں میں بٹے ہوئے - ان میں آپس میں خوب چلتی اور اکثر قتل عام تک نوبت پہنچتی تھی - بسا اوقات ایسا بھی ہوتا کہ ایک خاص فرقے کو حکام وقت کی تائید مل جاتی اور وہ اپنے مخالف فرقے کو زندیق و ملحد قرار دے کر اس پر بے دریغ ظلم کرتا - پھر جب مظلوم فرقے کو اسی طرح کا موقع ملتا تو وہ بھی دل کھول کر دوسرے فرقے سے بدلا لیتا اور یہ سب کچھ مذہب کے نام سے ہوتا تھا -

غرض کیا ایران اور کیا روم ، اس وقت ہر دو سلطنت میں یہ مسئلہ در پیش تھا کہ آیا عقیدہ و مذہب ضمیر کے مطابق ہونا چاہیئے یا حکومت

وقت کی مرضی کے مطابق - یہ مسئلہ کسی سے حل نہیں ہو رہا تھا اور اس کے نہ حل ہونے سے خدا کی مخلوق بری طرح آلام و مصائب میں مبتلا تھی اور اکثر اس کا خون بہایا جاتا تھا -

---

اسلامی نظام حکومت نے جس خوش اسلوبی سے اس مسئلے کو حل کیا، وہ سب کو معلوم ھے - اس نے مذھب و عقیدہ کو ضمیر کی آواز تسلیم کیا اور ضمیر کو پوری آزادی دی کہ وہ جس مذھب و عقیدہ کو چاھے مانے - البتہ ھر شخص پر واجب ھے کہ وہ حکومت کے نظام اور اس کے احکام کا وفادار ھو ' یعنی ضمیر کے معاملے میں انسان صرف اپنے رب کے سامنے جواب دہ ھے اور حکومت کا کام بس اپنا نظم و نسق چلانا اور رعایا سے اسے منوانا ھے - '' لا اکراہ فی الدین '' قرآن کا ارشاد ھے - اس کے تحت اسلامی نظام حکومت میں غیر مسلموں کو مذھب کی پوری آزادی دی گئی - اس طرح وہ اس کے دل سے گرویدہ ہوئے اور ان کی اور مسلمانوں کی متفقہ کوششوں سے وہ عظیم عالمی تہذیب وجود میں آئی ' جسے اسلامی تہذیب کا نام دیا گیا ھے -

یہ تو تھا ایک مسئلہ جو اس طرح حل کیا گیا - اس طرح کے اور بھی بے شمار مسائل تھے جن سے مسلمانوں کو اپنے اس دور میں جب کہ ان کی سلطنتوں کی حدود برابر وسیع ھو رھی تھیں ' سابقہ پڑا اور انھوں نے قرآن اور سنت کی حکیمانہ رھنمائی کی مدد سے ان کے مناسب حل ڈھونڈے اور اپنے نظام حکومت کو مستحکم اور انسانوں کے لئے رحمت بنایا -

یہ دین اسلام کی معنوی برتری اور اسلامی نظام حکومت کی معدلت گستری اور حقیقت پسندی کی برکت ھے کہ تقریباً ایک ھزار سال تک امت مسلمہ بحیثیت مجموعی علوم و فنون ' تہذیب و تمدن ' سیاست و حکومت اور تجارت و معاشرت میں دنیا کی سب قوموں سے آگے رھی ھے اور اس نے اتنی طویل مدت تک دنیا کی رھنمائی کی ھے -

---

آج امت مسلمہ کو پھر وهی تاریخی فریضہ سر انجام دینا ھے - اور یہ صرف اسی طرح ممکن ھے کہ ھم اس مسلک کو اپنائیں جس پر ھمارے بزرگ عمل پیرا تھے - اسلام کی معنوی برتری کا کون انکار کر سکتا ھے لیکن ایک تو آج اس معنوی برتری کی عملی تطبیق کی ضرورت ھے - دوسرے اس وقت جو مسائل ھمیں اور باقی دنیا کو در پیش ھیں ، اسلام کی اس معنوی برتری کی روشنی میں ھمیں ان کا حل ڈھونڈنا ھوگا اور اس میں اسلامی نظام حکومت کی ان دو بنیادی خصوصیات یعنی معدلت گستری اور حقیقت پسندی سے بڑی مدد مل سکتی ھے -

---

ھجری مہینے ربیع الاول کی طرح ھم پاکستانیوں کے لئے عیسوی مہینے اگست کی بڑی تاریخی اھمیت ھے - یہ وہ مہینہ ھے جس میں آج سے ۱۸ سال پہلے مملکت پاکستان کا قیام عمل میں آیا تھا - خدا کے فضل و کرم سے پاکستان بڑی ثابت قدمی سے شاھراہ ترقی پر آگے بڑھ رھا ھے اور ھر دن جو گزرتا ھے اس میں وہ داخلی لحاظ سے اور مستحکم اور بین الاقوامی اعتبار سے اور با اثر ھوتا جا رھا ھے پاکستان مسلمانان بر صغیر پاک و ھند کی برسوں کی والہانہ اور پر خلوص تمناؤں اور امنگوں کا مظہر ھے اور یقیناً اسے ان آرزوں کی تکمیل کرنا ھے جو تصور پاکستان سے وابستہ رھی ھیں - پاکستان کے مطالبے اور اس جد و جہد کا بنیادی محرک اس سر زمین میں اسلام کو ایک زندہ اور فعال اجتماعی شکل میں کار فرما دیکھنے کا جذبہ رھا ھے - یہ جذبہ اپنی جگہ ایک ٹھوس حقیقت ھے اور بڑا قابل قدر ھے اس کی اھمیت کو نظر انداز کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں - یہ ھمارے لئے نصب العین بھی ھے اور ھمارے عمل کے لئے مہمیز بھی -

لیکن اس سلسلے میں ایک بات ھمارے پیش نظر ضرور رھنی چاھیے اور وہ یہ کہ پاکستان کے مطالبے اس کے حصول کی جد و جہد اور اس کے قیام کے ضمن میں قربانیاں دینے والے سب مذھبی فرقوں کے مسلمان تھے اور ان سب نے بلا کسی فرقہ وارانہ تمیز کے پاکستان کے لئے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق کوشش کی ھے - چنانچہ پاکستان کا وجود سب مسلمانوں کی متفقہ مساعی کا رھین منت ھے اور اس لئے اسے اس روح و قالب میں ایک اسلامی مملکت بنانا ھے کہ سب مسلمان اس کو بلا کسی فرقہ وارانہ تمیز کے اپنا سکیں اور وہ سب کی امیدوں اور عقیدتوں کا آماج گاہ بن سکے -